شذرات

یوں تو مکہ معظمہ میں پچھلے پانچ برس سے رابطۃ العالم الاسلامی کی تنظیم قائم تھی۔ اور سال میں ایک کے بجائے دو دو بار اس کے اجلاس ہوتے تھے۔ لیکن شاہ سعود کے مسند اقتدار سے ہٹنے اور ان کی جگہ شاہ فیصل کے آنے سے سعودی مملکت میں جہاں کئی اور دور رس بنیادی تبدیلیاں ہوئی ہیں اور نظم و نسق حکومت کی ایک نئی طرح پڑ رہی ہے، وہاں اس سال حج کے بعد رابطۃ العالم الاسلامی کا جو اجتماع ہوا، اس کی بالکل دوسری نوعیت تھی۔ اس میں پہلے کی طرح دوسرے ملکوں کے صرف ایسے نمائندے نہ تھے جنہیں کسی وجہ سے سعودی حکومت رابطۃ العالم الاسلامی کے اجتماع میں مدعو کر لیا کرتی تھی۔ اور وہ اگر خود اپنے نہیں تو زیادہ سے زیادہ مخصوص جماعتوں اور گروہوں کے نمائندے ہوا کرتے تھے۔ اس دفعہ رابطۃ العالم الاسلامی کی طرف سے تمام مسلمان ملکوں کی حکومتوں کو باقاعدہ طور پر اپنے وفد بھیجنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اس میں ایسے حضرات بھی مدعو تھے جو بعض مسلم اور غیر مسلم ملکوں کی مشہور اسلامی جماعتوں کے نمائندے تھے۔

رابطۃ العالم الاسلامی کے اس سال کے اجتماع کی ایک خصوصیت تو یہ تھی کہ یہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ نمائندہ اجتماع تھا اور دوسرے اس دفعہ رابطہ کے مختلف جلسوں میں جو مقالات پڑھے گئے اور اس کی مقرر کردہ مختلف کمیٹیوں نے جن امور پر بحث کی۔ اور ان کے بارے میں اپنی سفارشات پیش کیں ان میں زیادہ تنوع، زیادہ وسعت اور زیادہ عمومیت تھی، اور اصلاح معاشرہ اور عدالت اجتماعیہ (معاشرتی انصاف) پر بہت زیادہ زور دیا گیا تھا۔

مکہ مکرمہ سے شائع ہونیوالے اخبارات میں اس مؤتمر اسلامی کی پوری رپورٹ چھپی ہے اس کا افتتاح شاہ فیصل نے کیا۔ اور اس موقع پر انہوں نے جو تقریر کی اسے اگر ہم ایک انقلابی تقریر کہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ شاہ فیصل نے حاضرین کو بتایا کہ اس وقت ایک طرف وہ لوگ ہیں جو غیر اسلامی افکار سے متاثر ہو کر مسلمان ملکوں میں تبدیلیاں لا رہے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ہیں جو جامد ہیں۔ اسلامی دنیا میں تبدیلیاں لائے بغیر اب کام نہیں چل سکے گا۔ لیکن ہمیں ان کے لئے کتاب و سنت سے ہدایت اور روشنی حاصل کرنی چاہیئے۔

رابطہ العالم الاسلامی کے سیکرٹری جنرل شیخ سرور صبان نے عدالت اجتماعیہ (معاشرتی انصاف) کے موضوع پر ایک اجلاس میں مبسوط مقالہ پڑھا اس میں ملکیت عامہ اور کفالت اجتماعی پر جن خیالات کا اظہار کیا گیا، شاہ فیصل سے پہلے کے دور حکومت میں ان کو زبان پر لانے کی شاید ہی کوئی ہمت کر سکتا ہو۔ سرزمین سعودی عرب کے لئے یہ اتنا بڑا حیرت انگیز واقعہ ہے کہ ہم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

رابطہ العالم الاسلامی میں شریک ہونے والے نمائندوں کو مکہ معظمہ کی بلدیہ کے صدر نے ایک دعوت استقبالیہ بھی دی۔ اس موقع پر موصوف نے جو تقریر کی اس میں حج کے دنوں میں دین اسلام سے عام ناواقفی اور صحت و صفائی اور معمولی معاشرتی قواعد سے بے پروائی برتنے کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ان پر بڑی صراحت سے تنقید کی گئی۔ آخر میں صدر بلدیہ نے کہا کہ مواطن (ہم وطن) فیصل کے، میں انہیں بادشاہ کے بجائے مواطن ہی کہوں گا، برسرِ اقتدار آنے سے ہم اس لئے خوش ہیں کہ ہمیں ان سے سب سے زیادہ عدالت اجتماعیہ (معاشرتی انصاف) کو بروئے کار لانے کی امید ہے۔

آج سے سات آٹھ ماہ پہلے جب شاہ فیصل اپنے بڑے بھائی کی جگہ برسر اقتدار آئے تھے۔ تو انہی کالموں میں یہ لکھا گیا تھا کہ یہ واقعہ سعودی عرب میں ایک بہت بڑے انقلاب کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور یہ کہ سعودی عرب میں اب قیادت نجد و حجاز کے بلوغ

قبائل کے بجائے نئے تعلیم یافتہ "متنورین" کے طبقے کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ اس ضمن میں ایک عرصے سے مسلمان ملکوں میں قدامت پسندی اور تجدید کے درمیان جو کشمکش جاری ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے یہ توقع ظاہر کی گئی تھی کہ

> خدا کرے شاہ فیصل کے برسر اقتدار آنے سے سعودی عرب اس افراط و تفریط سے بچ کر راہ اعتدال پر گامزن ہو سکے اور اس طرح یہ سرزمین مقدس جو مہبط وحی ہے اور جہاں دنیا بھر کے کونے کونے سے ہر سال لاکھوں مسلمان فریضۂ حج ادا کرنے آتے ہیں وہ نہ صرف عرب ممالک کے لئے بلکہ کل دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ بن سکے۔

رابطۃ العالم الاسلامی کے حالیہ اجلاس کے مقالات، سفارشات اور اس کی قراردادیں اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ اس وقت فیصل کا سعودی عرب ایک معتدل و متوازن اسلامی قیادت فکری کا خواہاں ہے۔ وہ اس میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہے، اس سے قطع نظر یہ اقدام بنفسِ نفیس بڑا اچھا ہے۔ اس کا لازمی اثر ضرور ہوگا کہ معاشرتی زندگی تک میں موجود قدامت پرستی پر جسے غلطی سے راسخ العقیدگی سمجھ لیا گیا ہے، کاری ضرب لگے گی۔ اور مسلمان بحیثیت مجموعی ایک نئے دور میں داخل ہو سکتے ہیں۔

مسلمان ملکوں میں ایک ایک کر کے معاشرتی بیداری کی جو نئی رو اٹھ رہی ہے، اسے تعمیری و تخلیقی راہ پر ڈالنے میں ان ملکوں کی حکومتوں کو ایک اہم کردار ادا کرنا پڑے گا اور انہیں ایسی تنظیمات اور ادارے وجود میں لانے ہوں گے جو مسلمان عوام کی صدیوں کی دبی ہوئی امنگوں کو عملی شکل دے سکیں۔ یہ امنگیں سیاسی و معاشی بھی ہیں اور دینی و معاشرتی بھی۔ جو نظام حکومت مسلمان عوام کی ان فطری امنگوں کے اظہار میں حائل ہوگا۔ خواہ وہ مذہبی جذبات سے کتنا ہی کام لے، وہ زیادہ دیرپا نہیں ہو سکتا۔